

# رسائل وسائل

## محتاط گفتگو

سوال: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جنگِ احمد میں ایک نوجوان شہید ہوا۔ جب دیکھا گیا تو بھوک کے سبب اس کے پیٹ سے پھر بند ہے ہوئے تھے۔ اس کی ماں اس کی لاش پر آئی اور اس کے مند سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہنے لگی: بیٹا جنت مبارک ہو! حضور اکرمؐ نے پوچھا: تھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ شاید وہ بے فائدہ گفتگو کرتا ہو اور اس کا حساب اس کے ذمے باقی ہو۔ غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ شہید بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک دنیا میں اس نے جو گفتگو کی ہے اس کا حساب نہ دے دے۔  
(از مولا ناسفیر حسنؐ، آفات اللسان کیسٹ)

میں نے جب سے یہ کیسٹ نہ ہے، بہت زیادہ پریشان ہوں۔ کچھ عرصے تک تو میں بالکل خاموش ہو گئی تھی مگر میرا تو کیا کسی بھی فرد کا بالکل خاموش رہنا ممکن نہیں ہے۔ دعوت کے میدان میں بھی یہ ہنر بہت کارآمد رہتا ہے مگر حدود کا پاس کرنا مشکل ہوتا ہے۔ میری گفتگو کا بنیادی مقصد دعوت ہی ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اگر پہلے ہمکی چھلکی گفتگو کے ذریعے دوستی کر لی جائے تو آگے اپنی بات بہت جلد اثرات دکھاتی ہے۔ اب مجھے بہت زیادہ فکر نہ گھیر رکھا ہے۔ واقعی زیادہ گفتگو کے چند ہی فائدے ہیں باقی سب نقصانات ہی نقصانات۔۔۔ پوچھنا یہ ہے کہ معتدل راہ کیا ہے اور اب تک جو فضول گفتگو کر چکی، اُس کا تدارک کیسے کروں؟

جواب: اللہ سبحان و تعالیٰ نے انسان کو جن اہم صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان میں لسان کے ساتھ بیان و ابلاغ، نصیحت اور کلمہ حق کا اظہار کرنے کی نعمیں شامل ہیں۔ قول بعض گفتگو اور

قول بمعنی و عده بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ انگیاے کرام کے حوالے سے قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ انھیں اپنی قوم کی زبان میں پیغام پہنچانے اور ابلاغ سے نوازا گیا، اور حضرت موسیٰ کی دعا سے قرآن ہر مسلمان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ اپنے رب سے نہ صرف حق کے لیے سینے کو کشادہ کرنے اور آسمانی پیدا کرنے کی دعا کرے، بلکہ ساتھ ہی یہ بات بھی کہے کہ اس کی زبان کی گرہ کو دُور کر دیا جائے۔ لیکن گرہ دُور کرنے اور زبان درازی میں زمین آسان کا فرق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قبلے میں بچپن گزارا وہ اپنی فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھا۔ اسی لیے آپؐ جب خطاب فرماتے تو مختصر ترین الفاظ میں وضاحت کے ساتھ اپنے مخاطب کی صلاحیت کے لحاظ سے اظہار خیال فرماتے۔ آپؐ کے تمام خطبات مختصر اور جامع ہوتے تھے۔ اس لیے آپؐ کی پیروی کرتے ہوئے ایک داعی کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ حق کا ابلاغ کرتے وقت بات غیر ضروری طور پر طولانی نہ ہو۔

قرآن کریم نے انسانوں سے گفتگو کرنے کے حوالے سے ہدایت فرمائی ہے کہ وَقُولُوا لِلنَّاسِ مُحْسِنًا (البقرة: ۸۳: ۲)، یعنی انسانوں سے بھلی بات کہنا۔ بھلی بات کہنا اور حق کی دعوت دینا انگیاے کرام کا اُسوہ ہے۔ اس کام میں آسان زبان کا استعمال ہمیشہ میٹھا بول اور زبان کی بے احتیاطیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہر داعی کا فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان کے غلط استعمال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقع پر امت مسلمہ کو متنبہ فرمایا۔ مشہور حدیث ہے کہ جس نے دو چیزوں کی احتیاط کا وعدہ کیا، یعنی زبان اور شرم گاہ، تو صادق و امین صلی اللہ علیہ وسلم اس سے جنت کا وعدہ فرماتے ہیں۔

زبان کی بے احتیاطیوں میں سب سے زیادہ مہلک چیز غیبت ہے۔ قرآن کریم نے سورہ الحجرات میں اس طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک ایسی مثال سے بات کو سمجھایا ہے کوئی صاحب سب ایمان بھول نہیں سکتا، یعنی غیبت کرنا ایسا ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ ایک حدیث میں حضور نے یہ بات بھی فرمادی: زانی کی تو بے قول ہو سکتی ہے لیکن غیبت کرنے والے کی تو بے کھل نہیں ہو سکتی جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہے، اسے معاف نہ کر دے۔ زبان کی بے احتیاطیوں میں جھوٹی شہادت دینا حدیث پاک کی روشنی میں شرک کے برابر

ہے۔ اسی طرح کسی کی تفحیک کرنا، نام بگاڑنا یا چغلی کھانا بھی زبان کی بے احتیاطیوں میں شامل ہیں۔ حضرت حدیفہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغلی کھانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (مسلم)۔ زبان سے غیر مہذب بات نکالنا، فحش گوئی کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے غصب کو دعوت دیتا ہے۔ حضرت ابو رداءؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا: سب سے وزنی چیز جو قیامت میں میرزاں میں رکھی جائے گی مومن کا حسن اخلاق ہے اور اللہ اس شخص سے بُغض رکھتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا ہے اور بذریعی کرتا ہے۔ (ترمذی)

اسی حوالے سے مذاق میں غلط بیانی کرنا اور جھوٹ بولنا بھی شامل ہے کیونکہ جب ایسا کرنا ایک شخص کی عادت بن جاتا ہے تو پھر اس کے سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کی جاسکتی۔ ایک حدیث صحیح میں منافق کی جو چار خصلتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے تین کا تعلق زبان کی بے احتیاطی سے ہے، یعنی جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اور جب کسی بات پر جھگڑا ہو جائے تو گالی پر آت رہے۔ (عن عبد اللہ ابن عمرؓ، بخاری و مسلم)

ایک داعی کے لیے بہت ضروری ہے کہ جہاں وہ زبان کی ان بے احتیاطیوں سے پچھے وہاں وہ ثابت طور پر زبان کی اچھائیوں کو اختیار کرے جن میں سب سے پہلی بات اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعوت دینے سے قبل اس کی حمد و توصیف کے ساتھ یہ دعا کرنا کہ وہ حق بات کہنے کی توفیق دے۔ پھر بات کو اچھے انداز سے مختصر ترین پیرایے میں سادہ اور پُر اثر الفاظ میں ادا کرنا دعوت کی حکمت کے اجزا ایں۔

زور بیان اور زور تحریر کا مطلب نہ طوالت ہے، نہ مشکل الفاظ کا استعمال کرنا، نہ متفق و مسجح گفتگو کرنا، بلکہ مخاطب کی صلاحیت کے مطابق اچھے انداز میں اپنی بات کا پہنچانا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی نسخ ایسا نہیں ہے جس کے استعمال سے یہ صلاحیت ایک شخص میں پیدا ہو جائے۔ یہ خصوصیت صرف خلوص نیت سے، اللہ کو خوش کرنے کے جذبے کے ساتھ مسلسل کوشش ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ غیر ضروری گفتگو سے احتراز نہ ہے اور جو شخص بھی دعوت الی اللہ کا کام کر رہا ہو، اسے الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں فکر و عقل کا استعمال کرنے کے بعد ہی کوئی بات کرنی چاہیے۔ ہر وقت اور ہر بات پر بولنا، نہ حکمت کا تقاضا ہے، نہ دعوت کے لیے مفید۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد گرامی ہے کہ ”جو خاموش رہا، وہ سلامت رہا، اور جو سلامت رہا نجات پا گیا“ (بخاری)۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ چپ سادھ لیں اور صرف کانوں کا استعمال کریں۔ اس کا واضح مفہوم قرآن کی اس آیت کی تشریح ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ وَلَيُقُولُواْ قَوْلًا سَدِيدًا (النساء، ۹:۲) یعنی حق بات کہنا۔

زمین پر ہونے والے بہت سے فسادات کی جڑ زبان ہی ہوتی ہے۔ زبان کے استعمال ہی سے ایک شخص دائرۃِ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اسی کے غلط استعمال سے کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ صحیح استعمال کے نتیجے میں ذمہ داری کا اقرار کر کے روشنہ نکاح میں جڑ جاتا ہے اور غیر ضروری اور نامناسب استعمال کر کے رشتے کے ٹوٹنے تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کے خلاف تسلیخ اور بے عزتی کی باتیں کرتی ہے تو بعض اوقات نوبت جنگ تک آ جاتی ہے۔ اسی کا صحیح استعمال دلوں کو جوڑتا ہے، رشتوں کا احترام سمجھاتا ہے، معاشرے میں محبت اور امن پیدا کرتا ہے۔ ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے یوں وابستہ کر دیتا ہے جیسے سیسہ پلاٹی ہوئی ہوئی دیوار ہو۔

اسی بنابری کریمؑ کا ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان حفظ رہیں۔ زبان سے ایسی بات نکالنا جس سے اللہ کے بندوں کو تکلیف ہو، دعوت کے مقاصد کے منافی ہے لیکن ظلم کے خلاف آواز انہمانا، حق کا اظہار کرنا، دین کی دعوت دینے کے لیے موعوظہ حسنہ کا اختیار کرنا، حکمت کے ساتھ اپنی بات کا سمجھانا، ایک مومن اور تحریکی کارکن کے لیے فریضے کی خیلیت رکھتا ہے۔ اس کی بات دل میں آترنے والی ہونی چاہیے، نہ کہ انسانوں کو دوڑ کرنے والی۔ برادر مولانا امیر الدین مہر نے اس موضوع پر ایک کتاب گفتگو کا سلیقہ کے نام سے تحریر کی ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

### صدقة کا مفہوم

س: صدقۃ کا مفہوم کیا ہے؟ اگر اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور تریل کے لیے رقم

خرچ کی جائے تو کیا یہ بھی صدقۃ یا صدقۃ جاریہ ہو گا؟ وضاحت فرمادیں۔

ج: صدقۃ کسی انسان اور کسی مسلمان کی حاجت کو پورا کرنے کا نام ہے، چاہے وہ مال کی